

# جاپان میں اسلام

از ڈاکٹر عبدالکریم  
ترجمہ ثروت صولت

ذیل کا مضمون ممتاز جاپانی دانشور عبدالکریم سائیتو (SAITOH) نے ملک عبدالعزیز نوریوسٹی جده کے مسلم آئینوں کے انسٹی ٹیوٹ کے رسالے جنرل کی جلد اول اور شماره اول (۲۱۹، ۹) میں لکھا تھا عبدالکریم سائیتو، ٹوکیو کی تاکو شوکو، یونیورسٹی میں تاریخ اور فارسی کے پروفیسر ہیں۔ وہ جاپانی مسلمانوں کی پہلی تنظیم جاپان مسلم ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہ چکے ہیں اور اب نو تشکیل یافتہ اسلامی تنظیموں کی کونسل کی رابطہ کمیٹی کے صدر ہیں جو المرکز الاسلامی جاپان کے نام سے کام کر رہی ہے

ثروت صولت

جاپان میں ۱۹۶۸ء میں توکوگاوا سپہ سالاروں کی حکومت (TOKUGAWA SHOGUNATE) کے خاتمہ تک اسلام کی موجودگی کے بارے میں کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی۔ سب سے پہلی کتاب جس میں تاجیک کا لفظ آیا ہے وہ زوکونیمون (ZOKU-NIHON) ہے جو ۱۹۵۲ء میں خائے ہوئی تھی۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ چین کے حکمران خاندان تانگ کے دربار میں جاپانی سفیر نے تاجیکوں سے ملاقات کی۔ لیکن کتاب میں ان کے مذہب کی کوئی وضاحت نہیں۔ تقریباً اس زمانے میں ایران کا ایک شخص لی می لی (LIMIYI) مشہور پورہست گن جن (GAN JIN) کے ساتھ جاپان آیا۔ اس

کا نام رومی تھا، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں۔ شہر نارہ میں شو سوئن (SHOSUIN) کا جو شاہی خزانہ ہے جس میں اس دور میں وسط ایشیا کے بنے ہوئے کچھ ظروف اور ملبوسات ہیں لیکن ان میں سے کسی پر عربی کا ایک حرف بھی نہیں۔ نارہ اور ہیان (HEIAN) کے دوروں میں جاپان کے شاہی سفیر، بودو، و فو، اہل علم اور طلبہ جاپان سے مسلسل چین بھیجے جاتے تھے۔ ان میں سے بعض افراد کو یقیناً وہاں مسلمانوں سے سابقہ پڑا ہوگا۔ جب چین پر منگولوں کا تسلط ہوا تو چین کے ساتھ جاپان کے تعلقات میں کمی آگئی۔ لیکن چین میں مسلمانوں کے اقتدار میں اضافہ ہوا۔

۱۴۵۱ء میں ایک جاپانی سفیر منگ خاندان کے دربار میں بھیجا گیا۔ دار الحکومت میں اس کی ملاقات ہوئی، ہوئی باشندوں سے ہوئی۔ یہ نام مغربی چین کے مسلمانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ انہوں نے سفیر کو بیس گھوڑے پیش کئے اور دوسرے دن سیران کی قیام گاہ پر گیا۔ ایک اور تحریر کے مطابق ایک ہندوستانی جس کا نام حشری (HISHRI) تھا چین سے جاپان آیا۔ اس نے وہاں ایک جاپانی لڑکی سے شادی کی جس سے دو بچے ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام مسورو (MUSURU) تھا۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہندوستانی باپ نے جو بودو مت کا پیرو تھا اپنے بیٹے کا یہ اجنبی نام کیوں رکھا؟ میسورو (MESURU) یا الموصل مسلمانوں جیسا نام ہے۔

۱۳۱۴ء میں جزائر ریوک یو (RYUKYU) کا ایک تاجر آبنائے ملکا میں سلاط کے

مقام پر گیا۔ اس کے بعد ۱۴۳۳ء میں ان ہی جزائر کا ایک سفیر سیام گیا اور وہاں ایک مسلمان ابو سعید سے ملا۔ پندرہویں صدی میں جزائر ریوک یو کے جنوبی ایشیا کے ملکوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہوئے اور اس بات کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ ۱۴۰۸ء میں سماترا کے حکمران علی

نے ایک جہاز کو شوشا بھیجا تھا جو جنوبی جاپان میں ہے۔

۱۵۴۳ء میں پرتگالی، جزیرہ تنگاشیما میں آئے جو جاپان کے جنوبی کنارے پر ہے۔ اس کے چھ سال بعد جاپان میں پہلی مرتبہ عیسائیت کی تبلیغ کی گئی۔ مسیحی مبلغین نے اپنے مذہب کی اشاعت میں جس جوش و غروش کا اظہار کیا، اس نے جاپان میں مغربی اثرات کے نفوذ کا خوف پیدا کر دیا چنانچہ ۱۵۸۷ء میں مسیحیت پر پابندی لگا دی گئی۔ جو لوگ عیسائی ہو گئے تھے ان کے خلاف سخت کارروائی کی گئی اور سزا دی گئی۔ اس کے بعد جاپان نے اپنے دروازے بیرونی دنیا کے لئے بند کر دیئے۔

عظیمیگی کے اس دور میں جاپان کے کچھ تاجر باہر گئے اور لوزان (فلپائن) اور بنکاک (تھائی لینڈ) میں آباد ہو گئے۔ ۱۵۸۲ء میں ایک سرکاری وفد روم اور میڈرڈ گیا۔ ۱۶۱۳ء میں لارڈ ڈیٹ (DATE) نے ہسے کورا (HASEKURA) کو اسپین اور اٹلی بھیجا۔ لیکن بد قسمتی سے کوئی وفد کسی بھی اسلامی ملک نہیں بھیجا گیا اور نہ کسی اسلامی ملک کا کوئی وفد جاپان آیا۔ جاپان میں اسلام کا مطالعہ بھی اس دور میں محدود رہا اور بہت کم مصنفوں نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کے بارے میں لکھا۔ اس زمانے میں جو چند مثالیں ملتی ہیں وہ یہ ہیں :

(الف) ۱۶۲۶ء میں ناگاساکی میں دنیا کا ایک نقشہ چھاپا گیا تھا جس میں خراسان پر سب سے

ترک، عرب (ARABIAE JIT) بربر یہ اور مراکو کے نام تھے جو مسلم علاقے ہیں۔

(ب) ۱۶۹۵ء میں جے نشی کاوا (NISHIKAWA) نے چین اور مغرب کے درمیان

تجارتی تعلقات کا مطالعہ نامی ایک کتاب شائع کی جس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۱۷۰۸ء میں شائع

ہوا۔ اس نے کتاب میں ہندوستان، انڈونیشیا، ایران، ترکی، عرب، مصر اور دوسرے

مسلمان ملکوں کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ لیکن اس نے اسلام

کا کوئی ذکر نہیں کیا جو ان ملکوں کا مذہب ہے۔

(ج) ۱۷۱۵ء میں ڈاکوگاوا دور کے مشہور اہل علم آرائی ہاکوسیکی (ARAI

HAKUSEKI) نے مغربی ملکوں کے بارے میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں اس نے اسلام کا دنیا کے بڑے مذہبوں کی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے۔ آرائی ہاکوسیکی ایک بڑے عالم تھے اور وہ پہلے جاپانی ہیں جنہوں نے اسلام پر تبصرہ کیا

(د) ۱۸۰۱ء میں یاما موراشوئی (YAMAMURA SHOEI) نے میران اگین (SAIRAN

IZEN) کے نام سے ایک کتاب شائع کی اس میں تونسیہ، طرابلس، الجزائر، مراکش، بحرین، مسقط، عدن، مکہ، مدینہ اور سینا کا تفصیل سے ذکر کیا۔

(و) ۱۸۲۴ء میں اوجی رنسو (AOJI RINSO) نے کوچی شراکو (SHIRAKU KDOCHI)

کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ یہ ایک مسیحی مصنف کی ولندیزی زبان کی کتاب کا ترجمہ تھا۔ اس کتاب میں عرب، ایران، ہمس اور شمالی افریقہ کا تو کوئی تذکرہ نہیں تھا لیکن ترکی، روس، اسپین اور فلپائن کے مسلمانوں کا بہت صحیح اور تفصیلی حال بیان کیا تھا

(س) ان کتابوں کے علاوہ دوسری مطبوعات بھی ملتی ہیں جن میں مسلمانوں کا ذکر ہے لیکن

زیادہ تر یہ کتابیں جغرافیہ یا تجارت کے موضوع پر ہیں، ان میں مذہب یا زبان کا کوئی تذکرہ نہیں اس وقت تک جاپان میں عربی کی کوئی کتاب دستیاب نہیں تھی۔ اسلام سے جاپان کی اس بے تعلق کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً

۱۔ اسلامی دنیا کے قلب سے جاپان کا فاصلہ۔ لیکن اس فاصلے کے باوجود اسلام چین اور

فلپائن تک پہنچ گیا تھا لیکن چونکہ جاپان کو براعظم ایشیا سے طوفانی سمندر نے الگ کر دیا تھا اس لئے ممکن ہے یہ سمندر تعلق کی راہ میں حائل رہا ہو۔

۲۔ اگرچہ ٹانگ دور (۱۷۱۸ تا ۱۷۹۰) میں چین اور جاپان کے تعلقات اچھے تھے لیکن منگول دور (۱۷۱۲ تا ۱۷۹۰) میں جب چین میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو جاپان سے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ اس طرح جاپان اور فلپائن کے درمیان سفارتی تعلقات موجود نہیں تھے۔

(۳) ۱۵۸۸ء سے ۱۸۰۸ء تک جاپان کی خود اختیار کردہ ناکہ بندی کی وجہ سے یورپی اثرات کے نفوذ کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

۳۔ بدھ مت اسلام کے ظہور سے کچھ پہلے ۵۳۸ء میں جاپان میں داخل ہوا تھا اور اس کی وہاں کئی سو سال تک خوب اشاعت ہوئی خصوصاً اس زمانے میں جب چین میں ٹانگ اور سونگ خاندان کی حکومت تھی۔ بدھ مت سے جاپانیوں کی گہری وابستگی کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی اپیل کمزور پڑ گئی۔

۵۔ اس زمانے میں چینی تہذیب سے جاپانی اتنے متاثر تھے کہ وہ چین کے علاوہ باقی دنیا کو جانتے ہی نہیں تھے۔

۴۔ جاپان اور مسلمانوں کے درمیان تجارتی تعلقات موجود تھے لیکن تجارت چینی اور جنوبی جزائر کے توسط سے ہوتی تھی۔ مسلمانوں اور جاپانیوں میں براہ راست کوئی تعلق قائم نہیں ہوا۔ جنوب تک آنے والے عرب تاجر جاپان تک پہنچے۔

۶۔ پرتگالی اور ہسپانوی بھی اس تعلق کی راہ میں رکاوٹ کا باعث تھے۔ جنوبی جزائر میں مسلمانوں کے خلاف ان کی کامیابی نے مسلمانوں کے اثرات جاپان تک نہیں بڑھنے دیئے۔

## جاپان میں اسلام کی آمد

جاپان کو جدید دور میں داخل کرنے کے سلسلے میں پہلا قدم شہنشاہ میجی نے انیسویں صدی کے اواخر میں اٹھایا۔ میجی حکومت نے مغرب سے ہر چیز خواہ اچھی ہو خواہ بری درآمد

کنا شروع کر دی۔ اسلام بھی اس طرح درآمد ہوا۔ لیکن جاپان میں اسلام کا آغاز غیر مسلموں کے ذریعہ ہوا۔ پھر ۱۸۹۰ء میں عثمانی سلطنت نے ایک جنگی جہاز نیرسگالی کے طور پر جاپان بھیجا جاپان میں مسلمانوں کی آمد کی یہ پہلی سرکاری شہادت ہے۔ ہر قسمی سے جہاز کیشونادا (KISHU-NADA) کے پاس تباہ ہو گیا جس میں کثیر تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے۔ بعد میں جاپانی حکومت نے حادثہ میں بچنے والے لوگوں کو اپنے جہازوں کے ذریعہ استنبول بھیجا اس زمانے میں نوآبادیاتی سامراجیت کے زیر اثر مسلمان خود اپنے مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ وہ جاپان کی طرف جس کے دروازے بیرونی دنیا کے لئے حال ہی میں کھلے تھے تو یہ نہیں کر سکتے تھے۔ انیسویں صدی میں بلکہ بیسویں صدی کے پہلے نصف تک بہت کم مسلمان جاپان گئے۔

۱۹۰۵ء میں یعنی روس اور جاپان کی جنگ کے ٹھیک ایک سال بعد ایک مصری فوجی افسر ٹوکیو کی فوجی اکیڈمی میں داخل ہوا اور کئی سال تک وہاں رہا۔ اس کا نام احمد فضلی تھا۔ وہ شاید پہلا عرب مسلمان تھا جس نے جاپان میں تمام کیا اور جاپانی خاتون سے شادی کی۔ لیکن اس مصری کی اسلامی سرگرمیوں کا حال ہمیں معلوم نہیں۔

۱۹۰۷ء میں ایک دوسرے مسلمان اور اتحاد اسلام کے علمبردار علی احمد جلیبواوی (JALIBAWI) جاپان آئے اور ٹوکیو میں اخباروں اور علمی حلقوں سے رابطہ قائم کیا۔ اس زمانے میں ٹوکیو میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی تھی جس میں غالباً علی احمد جلیبواوی نے شرکت کی۔

۱۹۰۸ء میں ایک ہندوستانی مسلمان مولوی برکت اللہ کو ٹوکیو میں بیرونی زبانوں کے اسکول میں معلم کی حیثیت سے مقرر کیا گیا اور وہ پانچ سال تک جاپان میں رہے۔

۱۹۰۹ء میں ایک ترک عبدالرشید ابراہیم جو روس میں پیدا ہوئے تھے جاپان آئے تاتاریوں کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے ان کو روس سے جلا وطن کر دیا گیا تھا جاپان آنے سے پہلے وہ کا شغریٰ تھے تاکہ اپنی تحریک کے لئے تائید حاصل کریں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انور پاشا کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ عبدالرشید ابراہیم جاپانی سپہ سالار جنرل اکاشی (AKASHI) کے اچھے دوست تھے اور جنرل موصوف نے جاپان آنے میں ان کی مدد کی تھی۔ وہ ایک پارسا اور نیک مسلمان تھے اور شاید جاپان میں پہلے مبلغ اسلام تھے ان کی وجہ سے کئی جاپانیوں نے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۳۴ء میں جاپان میں ان کا انتقال ہوا جن لوگوں نے عبدالرشید ابراہیم کی بیعت، اسلام قبول کیا ان میں سب سے ممتاز کو تارو یا ماداکا (KOTARO YAMADAKA) کی شخصیت ہے جو ۱۹۸۰ء میں بیروشیما میں پیدا ہوئے تھے، ٹوکیو میں واقع بیرونی زبانوں کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے اور انہوں نے ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۵ء کی روسی جاپانی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ جنگ کے بعد ان کی عبدالرشید ابراہیم سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ انہوں نے ۱۹۰۹ء میں حج کیا۔ وہ اتحاد ایشیا اور اتحاد اسلام کے بڑے علمبردار تھے۔

## اسلامی مطلوبات

۱۹۲۰ء میں کے۔ ساکاموتو (K. SAKAMOTO) نے قرآن کا پہلا جاپانی ترجمہ شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں انہوں نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری شائع کی۔ ساکاموتو بدھ مت کے پیرو تھے لیکن انہوں نے اسلام کا تعارف ہمدردانہ انداز میں کرایا۔ انہوں نے قرآن کا جاپانی ترجمہ ایک انگریزی ترجمہ سے کیا تھا۔

۱۹۲۳ء میں ایک مسلمان رہنما محمد عبدالحی قربان علی باشقردستان (روس)

سے ہجرت کر کے اپنے کئی مسلمان ساتھیوں کے ساتھ جاپان آئے۔ ۱۹۱۰ء کے سوویت انقلاب نے روس کے بکثرت مسلمانوں کو بے گھر کر دیا تھا۔ ان میں سے بعض منچوریا چلے گئے اور بعض کو ریا اور جاپان آ گئے۔ اندازہ ہے کہ ان روسی مسلمان مہاجرین کی تعداد تقریباً چھ سو تھی۔ یہ مسلمانوں کی جاپان میں من حیث الجماعت آمد کی پہلی مثال ہے۔ ان میں بیشتر لوگوں نے دوسری جنگ عالمگیر کے بعد ترکی قومیت اختیار کر لی۔ قربان علی جاپانیوں کے تعاون سے ۱۹۳۸ء میں ٹوکیو میں ایک مسجد قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے محلہ یوگوگی، شی یو یاکو (YDGDGI SHIBUYAKU) میں ایک مدرسہ اسلامیہ بھی قائم کیا جس کے وہ صدر مدرس تھے۔ انہوں نے ایک دارالاشاعت بھی قائم کیا جہاں سے اسلام پر کتبیں شائع کی جاتی تھیں۔ وہ یابی یا یون نمبری (YABI YAPON HONBERI) کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں قربان علی کو روسی، جنگی قیدی کی حیثیت سے روس لے گئے اور ساہیو یا میں ان کو قید کر دیا۔ اگرچہ بعد میں ان کو رہا کر دیا گیا لیکن سوویت حکومت نے ان کو اپنے اہل و عیال کے پاس جاپان آنے کی اجازت نہیں دی۔ ان کا چیلیابنسک (CHELIABINSK) میں ۱۹۴۲ء میں ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ٹوکیو اور کو بے کی دو مسجدیں آج بھی جن ترک اماموں کے زیر انتظام ہیں وہ ترک مہاجرین کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۹۲۹ء میں کینوشا پریس (KAIZO - SHA) نے قرآن کیو (KYOH) یعنی کتاب

مقدس قرآن کے نام سے قرآن شائع کیا۔ یہ ساکاموتو کے ترجمہ کی اشاعت جدید تھی۔

۱۹۳۵ء کو شہر کو بے میں جاپان کی پہلی مسجد کا افتتاح ہوا۔ یہ مسجد اوسا کا

اور کو بے کے مسلمان تاجروں اور رہنروں، برما، ملایا وغیرہ کے مسلمانوں کی مالی

امداد سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر تین سو مسلمان موجود تھے۔ کو بے کے میئر



اور مہری اور برطانوی تو قنصل اور متعدد جاپانی عمائدین نے بھی رسم افتتاح میں شرکت کی۔ ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء کو ٹوکیو کی مسجد کا افتتاح ہوا۔ یہ مسجد ترک مسلمانوں اور مقامی جاپانیوں کے تعاون سے تعمیر کی گئی۔ اس کی رسم افتتاح میں مین کے شہزادے، سعودی سفیر متعینہ لندن، جنہیں شاہ ابن سعود نے خاص طور پر بھیجا تھا، مصری نائندے، جسے شاہ مصر نے بھیجا تھا، ٹوکیو کے کئی سو مسلمانوں نے جن کی بڑی تعداد قاری تھی اور جاپانیوں کی ایک جماعت نے شرکت کی۔

جاپان کی تیسری مسجد شہر ناگویا میں بنائی گئی تھی لیکن یہ مسجد عالمی جنگ کے دوران ۱۹۴۴ء میں تباہ ہو گئی۔ اس مسجد کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں۔ چوتھی مسجد اوسا کا میں ۱۶ دسمبر ۱۹۴۸ء کو کھولی گئی۔

اس طرح اس وقت جاپان میں تین مسجدیں ہیں جو پوری طرح کام کر رہی ہیں۔ اگرچہ ٹوکیو اور کوبے کی مسجدوں کو بھی جنگ کے زمانے میں فضائی بمباری سے سخت نقصانات پہنچے اور بارش کی کثرت اور زلزلوں سے بھی وہ متاثر ہوئی ہیں لیکن دونوں کی مرمت ہو رہی ہے۔

۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء کی مدت میں جاپان سے لوگ حج کو جاتے رہے اور منچوریا کے چینی مسلمانوں کی جماعتیں بھی ان کے ساتھ ہو گئیں، لیکن دوسری عالمی جنگ کے دوران حج کا سلسلہ بند ہو گیا اور پھر ۱۹۵۸ء تک شروع نہ ہو سکا۔

۱۹۳۸ء میں جاپان میں قرآن کا دوسرا ترجمہ ہوا۔ یہ زیادہ تر ایک غیر مسلم جی تاکا ہاشی کا کیا ہوا تھا جو اس کی اشاعت سے پہلے ہی ۱۹۳۵ء میں وفات پا گئے تھے اس ترجمہ میں ایک جاپانی احمد اریگا (ARIGA) نے جو ادسکا کے قریب پیدا ہوئے تھے ان کی مدد کی تھی۔ احمد

اے ریگانو جوانی میں ہندوستان چلے گئے تھے اور وہیں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ہندوستان سے واپسی پر انہوں نے کوبے میں رہائش اختیار کر لی تھی جہاں وہ جزیری ایشیا کے مسلمان ملکوں سے تجارت کرنے لگے تھے۔ انہوں نے جاپانی حکومت سے ملک گیر سطح پر تبلیغی کام کی اجازت طلب کی لیکن ان کو اجازت نہیں دی گئی۔

قرآن کا تیسرا جاپانی ترجمہ ۱۹۵۰ء میں کیا گیا۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر ایس او کاوانے کیا وہ بھی غیر مسلم تھے اور کٹر قوم پرست تھے۔ انہوں نے اسلام کا ایک عام مطالعہ کے نام سے ایک کتاب کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی لکھی تھی

قرآن کا چوتھا ترجمہ یونیسکو (IZUTSU) نے کیا جو ۱۹۴۵ء میں کایوشا (KAI ZOSHIA) میں طبع ہوا۔ یہ ترجمہ رواں جاپانی میں کیا گیا اور ہلکی تین جلدوں پر مشتمل تھا۔ ازدوت سونے اس میں تصریح کی کہ قرآن کا صحیح طور پر کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور ترجمہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مطالعہ قرآن کی ایک کوشش ہے، قرآن کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اصل عربی ہی میں پڑھنا چاہیے۔

قرآن کا پانچواں ترجمہ ۱۹۷۰ء میں کیا گیا۔ یہ ترجمہ او اکیڈ (IKEDA) بان یا سوناری (YASUNARI) اور کے فوجی موتو نے کیا تھا۔ یہ ۸۱ جلدوں پر مشتمل دنیا کی مشہور کتابوں کے منصوبے کے سلسلے میں شائع کیا گیا تھا جسے چو او قرآن شاکینی میٹڈ نے تیار کیا تھا۔ یہ ترجمہ ۱۹۲۳ء کے قاہرہ کے ایڈیشن سے کیا گیا تھا، اس کی تفسیر اور حاشیے فوجی موتو کے تھے اور اس میں کئی تصاویر بھی دی گئیں تھیں ترجمہ اور تفسیر کا انداز سادہ اور آسان ہے۔ لیکن راسخ العقیدہ مسلمان تصویروں کی شمولیت پر اعتراض کر سکتے ہیں۔

قرآن کا چھٹا اور سادہ ترین ترجمہ جو ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا وہ قطعی طور پر مسلمانوں

کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ جن صاحب نے بارہ سال کی مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے وہ حاجی عمر مینتا ہیں۔ یہ ترجمہ ۵۸، صفحات پر مشتمل ہے۔ دائیں طرف کے صفحہ پر عربی متن ہے اور بائیں صفحہ پر جاپانی ترجمہ ہر آیت کا الگ الگ ترجمہ کیا گیا ہے۔ تفسیری حاشیہ اس صفحہ کے دوسرے حصہ میں ہے۔ ترجمہ کا انداز سنجیدہ اور کلاسیکی ہے۔ لیکن مترجم کا مقصد یہ ہے کہ جاپانی باشندے قرآن کے لفظی معنی سمجھ سکیں اور انہوں نے اپنی ساری توانائی اسی مقصد پر صرف کر دی ہے۔

عمر مینتا ۱۸۹۲ء میں یاماگوچی میں پیدا ہوئے تھے اور یاماگوچی یونیورسٹی سے سند حاصل کرنے کے بعد منچورین ریلوے کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے چین گئے۔ وہاں دس سال تک رہے۔ ۱۹۳۱ء میں انہوں نے پکنگ میں اسلام قبول کیا۔ ۱۹۴۵ء میں وہ جاپان مسلم ایوسی ایشن سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۰ء میں انہوں نے حج کیا اور ۱۹۶۰ء میں ان کو جاپان مسلم ایوسی ایشن کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ وہ چونکہ اپنا سارا وقت قرآن کے ترجمے پر صرف کرنا چاہتے تھے اس لئے ان کو مکہ معظمہ آنے کی دعوت دی گئی جہاں انہوں نے قرآن کا ترجمہ مکمل کیا۔ وہ ۱۹۶۵ء میں مکہ سے واپس آئے اور اپنے مسودے پر نظر ثانی کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے پھر افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس نے ان کے ساتھ مل کر ترجمہ پر نظر ڈالی۔ آخر کار ۱۹۷۲ء میں اس ترجمہ کے پانچ ہزار نسخے شائع ہو گئے۔

اس دوران توکیو میں مشرقی تاریخ کے فضلا نے ایک اسلامی کلچرل انسٹیٹیوٹ قائم کیا جس کا مقصد وہ پیگنڈہ کے مقصد سے نہیں بلکہ تحقیق کے مقصد کے تحت اسلام اور اسلامی ثقافت کا مطالعہ کرنا تھا اس انسٹیٹیوٹ سے اسلام کلچر کے نام

سے ایک رسالہ جاری کیا گیا۔ اس رسالے کو جاپان میں اسلامی مطالعہ کے سلسلے میں جاری کئے جانے والا پہلا جریدہ کہا جاسکتا ہے۔

۱۹۳۸ء میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک "اسفیئر" (ISLAMIC SPHERE)

کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جو اسلامک "اسفیئر" کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع کرتا تھا۔ ایک اور تنظیم بھی جس کا نام دائی نکون کائیو کیو کا ای (DAI - NIKON) تھا اور (KAIKYO KYOKAI) تھا اور جسے سرکاری سرپرستی حاصل تھی اسلامک ورلڈ کے نام سے رسالہ نکالتی تھی۔ اس کے بعد جاپان کی وزارت خارجہ کی طرف سے ایک معیاری ایڈیٹ "اسلامک انیرس" کے نام سے شائع ہونے لگی۔ ان تمام تنظیموں کی سرگرمیاں دوسری عالمی جنگ کے خاتمہ تک جاری رہیں۔

## دوسری عالمی جنگ

دوسری عالمی جنگ میں جاپان کی فتوحات اسلامی دنیا کے قلب تک نہیں پہنچ سکیں۔ ہاں یہ فتوحات مشرقی بنگال کی سرحد تک جوا ب بنگلہ دیش ہے پہنچ گئی تھیں جنوب مشرقی ایشیا پر بھی جاپان کا اقتدار قائم تھا جہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد آباد ہے جاپان کی جنگی پالیسی کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ بہر حال فیصلہ یہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے جائیں دراصل یہ جاپان کی اس پالیسی ہی کا ایک حصہ تھا جو ۱۹۳۳ء میں جمعیتہ اقوام سے علیحدگی کے بعد سے جاپانی حکومت نے اختیار کر لی تھی۔ جاپان نے سوویت یونین سے آنے والے تاتاری پناہ گزینوں کا خیر مقدم کیا تھا اور ٹوکیو کی مسجد کی تعمیر میں مدد کی تھی۔ جنگ کے زمانے میں اس پالیسی پر زیادہ قوت سے عمل کیا گیا۔ شمالی چین، جنوبی چین، میلیشیا، اندونیشیا

اور مقبوضہ علاقوں کے دوسرے حصوں میں مسلمان آبادیوں میں خیر سگالی کے وفود بھیجے گئے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مطالعاتی پروگرام تیار کئے گئے تاکہ مسلمانوں سے معاملہ کرنے کے لئے صحیح قسم کے شہری اور فوجی افراد تیار کئے جائیں۔ حکومت نے بیرون ملک سے مسلمان نوجوانوں کو مطالعہ کے لئے جاپان بلایا۔ جاپانی فوج نے انڈونیشیا کی آزادی کی فوج سے تعاون کیا اور اس کے لئے ایک ایسے مضبوط دستے کی تربیت کی جو آزادی کے بعد جنرل عبدالحماد سواتیان کی سربراہی میں وجود میں آنے والی انڈونیشی فوج کی بنیاد بنا۔ اس کے برخلاف اہل فلپائن کے بارے میں جاپانی پالیسی سخت تھی لیکن منڈاناؤ اور سولو کے مسلمانوں کے لئے یہ قطعی مختلف پالیسی تھی۔ جاپانی فوجیوں کو ہدایت تھی کہ وہ موروثی باشندوں سے نہ الجھیں، کیونکہ وہ بہادر ہیں اور مسلمان ہیں۔

مسلمانوں سے متعلق جاپان کا یہ دوستانہ طرز عمل اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ اسلام سے ہمدردی رکھتے تھے۔ لیکن اس کی وجہ سے چند ایسے اچھے نتائج ضرور برآمد ہوئے جو جاپانی حکومت کا مقصود نہیں تھے۔ جاپانی خہریوں اور فوجیوں کی ایک خاصی تعداد نے اسلام قبول کر لیا اور جب وہ جنگ کے بعد اپنے وطن واپس آئے تو اپنے مذہب کے فروغ کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

### جنگ کے بعد

دوسری عالمی جنگ میں جسے ہم جاپان میں جنگ بحر الکاہل کہتے ہیں جاپان کو شکست ہوئی اور لاکھوں کی تعداد میں جو فوجی اور شہری وطن واپس آئے ان میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ مثلاً جنوب سے آئیواووں میں صادق ایما ایزومی (IMAZUMI) عبدالمنیر و تن آبی (WATANABE) عمر آویکیبے (IOKIBE) شفیق احمد یا مادا اور عبدالحمید

اونی شی (ONISHI) اور شمال سے آنی والوں میں عمریتا، عثمان متسو یا یاشی (MATSUBAYASHI) سیلمان تک اوچی (TAKEUCHI) حسین فی شی کانا (NISHIKATA) اور علی فی شی یا ما (NISHIYAMA) کے نام قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے وطن واپس آنے کے بعد ایک دوسرے سے ملاقاتیں انفرادی بھی کی اور اجتماعات بھی کئے اور ہر جمعہ کو کوبے اور ٹوکیو کی مسجد میں جانے لگے۔ اس رابطے کے نتیجے میں ۱۹۰۲ء میں مسلم سوسائٹی آف جاپان وجود میں آئی۔

اب اس سوسائٹی کا نام جاپان مسلم ایوسی ایشن ہے۔ عادت ایا ایرومی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اس کے ارکان کی کل تعداد ۷۵ تھی۔ یہ جاپان کی پہلی مسلم تنظیم تھی جس کے تمام ارکان مسلمان تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب راقم الحروف (یعنی عبدالکریم سائیتوہ) اس کا صدر تھا جاپانی حکومت نے انجمن کو تسلیم کر لیا۔ اس کا موجودہ دفتر ۱-۲۳-۴ یوگی، شیبویا کا، ٹوکیو میں واقع ہے۔ ۱۹۶۸ء میں شہر انزان (ENZAN) میں مسلمانوں کے لئے قبرستان حاصل کیا گیا۔ یہ شہر ٹوکیو کے پاس ضلع یاماناشی میں واقع ہے۔ قبرستان کا رقبہ دس ہزار مربع میٹر ہے جاپان میں جگہ کی کمی کی وجہ سے لاشوں کو عام طور پر جلادیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو ماضی میں مشکلات پیش آتی تھیں۔ اب کم از کم ٹوکیو اور اس کے گرد و نواح کے مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لئے جو یہاں سے دور رہتے ہیں اب بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔

باہر کے ملکوں کی تنظیموں کے جاپانی مسلمانوں سے تعلقات ۱۹۵۶ء سے اس وقت قائم ہونا شروع ہوئے جب تبلیغی جماعت کا ایک وفد ہندوستان سے جاپان آیا۔ اس کے بعد سے بکثرت قومی اور بین الاقوامی اسلامی تنظیموں سے جاپانیوں کے روابط قائم ہو گئے ہیں۔

## جاپان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت

۱۔ اس وقت جاپان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً تیس ہزار ہے (سنتوں مذہب کے پیرو آٹھ کروڑ اسی لاکھ، بدھ مت کے پیروہ ۸ کروڑ اور عیسائیوں کی تعداد آٹھ لاکھ ہے۔

۲۔ جہاں تک سماجی حیثیت کا تعلق ہے مسلمانوں کی اکثریت متوسط طبقے سے تعلق

رکھتی ہے اور تاجروں، استادوں، ڈاکٹروں، فنی ماہروں، مصنفوں اور کاشتکاروں پر مشتمل

ہے۔ اکثریت ملازم پیشہ ہے لیکن بعض آزاد معیشت کے مالک ہیں۔ وہ پورے ملک میں منتشر

ہیں اور غیر مسلموں کے درمیان بغیر کسی پریشانی کے رہ رہے ہیں۔ جاپان میں کسی قسم کا مذہبی امتیاز

نہیں ہے۔ آئین جمہوری اور سیکولر ہے۔

۳۔ جاپان میں دینی تعلیم کا معیار بہت پست ہے۔ مسلمان بچوں کے لئے کوئی مدرسہ

نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم یا تو انفرادی طور پر حاصل کی جاتی ہے یا نجی طور پر کسی استاد کو سکھ

کر۔ مسلمان بچوں کی اکثریت جاپانی پبلک اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتی ہے جہاں کھانے

پر بعض اوقات حرام چیزیں بھی ہوتی ہیں۔

(الف) ٹوکیو کی مسجد میں ہر اتوار کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے ایک ہفت روزہ

تعلیمی اجتماع ہوتا ہے

(ب) اساہی یونیورسٹی، نگویا یونیورسٹی اور چاویونیورسٹی میں کبھی کبھی اسلامی سیمینار

ہوتے ہیں اور لیکچر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ مسلمانوں میں رفاہی کاموں کا نظام بھی بہت ناقص ہے۔ پہلے اسلامک ویلفیئر

کارپوریشن کے نام سے جو ادارہ کام کرتا تھا اب فائوڈنڈیشن کے نام سے اس کی تنظیم جدید

کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ٹرکس ایسوسی ایشن کسی قدر رفاہی کام انجام دیتی ہے۔ فلسطین کے

۶۲  
 مہاجرین کی امداد اور بنگلہ دیش کی امداد اور اسی قسم کے کاموں کے لئے چند سے کی مہم بھی چلائی جاتی ہے۔

۵۔ جاپان میں کوئی ایک علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد ایک ہی جگہ رہتی ہو۔ اسی طرح مسلمانوں کی چھوٹی بڑی بیس سے زیادہ تنظیمیں ہیں لیکن ان کے درمیان باہمی تعاون کی کمی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں کوشش کی گئی تھی کہ ان میں سے بارہ تنظیمیں مل کر اسلام کے لئے کام کریں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کونسل آف اسلامک آرگنائزیشنز (اسلامی تنظیموں کی کونسل) کے نام سے ایک رابطہ کمیٹی قائم کر دی گئی تھی۔

مسلمان من المینت الجماعت جاپان میں آہستہ آہستہ اُبھرے ہیں۔ لیکن اب صورتحال بدل گئی ہے اور اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور خود کو مستحکم کرنے کے لئے تمام کوششوں کو یک جا کریں اور ایک با مقصد منصوبہ کے تحت سرگرمیوں کی تنظیم کریں۔

## حوالہ جات

- ۱۔ یہاں تا جیک سے مراد عرب ہیں۔
- ۲۔ صحیح علی احمد جبر جادی ہے اور جاپان میں جو کانفرنس ہوئی تھی وہ تحقیق مذاہب کے موضوع پر طلب کی گئی تھی۔ اس میں جن لوگوں نے شرکت کی ان میں مصری اخبار الارشاد کے ایڈیٹر علی احمد جبر جادی بھی تھے۔ انہوں نے ایک ماہ تک مختلف شہروں میں دورہ کیا اور اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کوششوں کے نتیجے میں چند روز میں بارہ سو معزز جاپانی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے سفر نامہ جاپان کا اردو ترجمہ مولانا حسن میاں پٹاوی نے ۱۹۰۸ء میں کیا اور اتہی دنوں حمید یہ اسٹیم پورس لاہور سے طبع ہوا۔ اس سفر نامہ کا آنتباس اور مذکورہ بالا معلومات سے ماہی الزبیر بہاولپور، شمارہ نمبر ۱۹۷۲ء میں ص ۱۱۳ پر ملاحظہ کیجئے۔



۲- عبدالرشید ابراہیم (۱۸۰۳ء تا ۱۹۴۴ء) کا خاندان فرغانہ سے تعلق رکھتا تھا جو ازبکستان کا ایک حصہ ہے، لیکن وہ خود سائبریا میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر مکہ اور مدینہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ جب انہوں نے جدید طرز کے مدرسے قائم کر کے روس کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کی تو ۱۹۰۵ء میں زار روس کی حکومت نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ عبدالرشید ابراہیم نے جاپان میں پناہ حاصل کی اور وہاں انہوں نے تاتاری مسلمانوں کے تعاون سے بیوک آسیا یعنی عظیم ایشیا کے نام سے ایک انجمن قائم کی اور جاپان اور چین میں نہ صرف اشاعت اسلام کی کوشش کی بلکہ اس کام میں سلطان عبدالحمید ثانی سے مدد لینے کے لئے وہ ۱۹۰۸ء میں استنبول بھی گئے۔ انہوں نے آخر میں جاپان ہی میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں ۱۹۴۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ پروفیسر سائیتو کا یہ بیان کہ انہوں نے انور پاشا کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا تصدیق طلب ہے۔ کونارویاما اوکا جن کا نام پروفیسر سائیتو نے لیا ہے غالباً وہی ہیں جن کا نام ابو بکر موری تورو نے عمر مستویاد یا ما اوکا (MITSUTARO YAMAOKA) لکھا ہے اور جنہوں نے اعداد لیکا کے ساتھ ۱۹۰۹ء میں حج کیا تھا۔ عبدالرشید ابراہیم، عالم اسلام نامی ایک کتاب کے مصنف بھی تھے جو دو جلدوں میں استنبول سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ان کی سیاحت جاپان، چین اور یورپ سے متعلق ہے۔ اگر کوئی محقق اس کتاب سے استفادہ کر سکے تو ممکن ہے کہ اس کو جاپان میں اشاعت اسلام سے متعلق نئی معلومات حاصل ہوں۔ عبدالرشید ابراہیم استنبول کے رسالہ بصیرت میں اور روس کے متعدد ترکی رسالوں اور اخباروں میں بھی مضامین لکھتے رہے تھے۔ ان اخباروں کی نامیں بھی اس سلسلے میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔